14

ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے

(فرمودہ ۳-اپریل ۱۹۳۱ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

چونکہ نماز کے بعد مجلس شوریٰ کا انعقاد ہو گا اس لئے ایک تو میں جمعہ کے ساتھ عصر کی نماز ملا کر پڑھاؤں گا دوسرے وقت کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نہایت اختصار کے ساتھ جمعہ کا خطبہ بیان کروں گا۔ میں متواتر پہلے بھی کئی دفعہ اپنی جماعت کے دوستوں کو توجہ دلا چکا ہوں اور میں سمجھتا ہوں ابھی اس بات کی ضرورت ہے کہ آئندہ اور بھی توجہ دلائی جائے اور وہ یہ ہے کہ ہمارا سلسلہ ایک مذہبی سلسلہ ہے اور مذہبی سلسلہ ہونے کے لحاظ سے اس کے تمام کام بجائے مادی بنیادوں پر رکھے جانے کے روحانی بنیادوں پر رکھے گئے ہیں۔ دنیا میں لوگ مشکلات کے اندازے لگا کر اپنی کامیابی یا ناکامی کا فیصلہ کیا کرتے ہیں لیکن ہمارا اندازہ اپنی کامیابی یا ناکامی کے متعلق ان مشکلات کو مدنظر رکھ کر نہیں لگایا جاسکتا جو اس وقت ہمارے سامنے ہیں بلکہ ہماری کامیابی یا ناکامی کا اندازہ ہمارے ایمان کی زیادتی یا اس کی کمی سے لگایا جاسکتا ہے۔ ایک فوج جو اپنی تعداد میں کم ہو، سامانِ جنگ اس کے پاس تھوڑا ہو، روپیہ بھی اس کی حکومت کے پاس کافی نہ ہو اور اس فوج کے سپاہی بھی قدوقامت کے لحاظ سے چھوٹے ہوں ان میں استقلال اور جرأت کا مادہ بھی نہ ہو اس کے مقابل پر اگر ایک ایسی فوج ہو جس کے سپاہیوں میں استقلال کا مادہ پایا جاتا ہو جو فنونِ جنگ سے اچھی طرح واقف ہوں اور جن کی تعداد بھی زیادہ ہو۔ تو اپنے مقابل پر ایسی زبردست فوج کو دیکھ کر وہ اس بات کا اندازہ کرتی ہے کہ اس کے سامان کس حد تک اسے کام دے سکتے ہیں اور وہ کہاں تک کامیابی حاصل کر سکتی ہے۔ لیکن خدا کی جماعتوں کے اندازے ظاہری سامانوں سے

نہیں ہوتے کیونکہ وہ اپنے ہاتھوں سے نہیں لڑتے' وہ اپنی زبانوں سے نہیں لڑتے' وہ اپنے روپوں سے نہیں جنگ کرتے اور نہ ظاہری سامانِ حرب سے آمادہ پیکار ہوتے ہیں بلکہ اس چیز سے جنگ کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں ہوتی ہے اور وہ چیز ایمان ہے۔ پس جب خدا کی کسی قائم کردہ جماعت کے دلوں میں ایمان مضبوطی سے گڑا ہوا ہو تو خواہ ظاہری سامان اس کے پاس کم ہوں وہ کامیاب ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر اس کا ایمان کم ہو تو چاہے ظاہری سامان کتنے ہی زیادہ ہوں وہ شکست کھا جاتی ہے۔

قرآن مجید نے دو جنگوں کا ذکر کیا ہے اور ان دونوں جنگوں سے یہی سبق مومنوں کو سکھایا ہے۔ ان میں سے ایک جنگ بدر ہے۔ جس میں تعداد کے لحاظ سے مسلمان بہت تھوڑے تھے سامان کم تھا اور فنون جنگ کی مہارت کے لحاظ سے ان میں بہت کچھ کمزوریاں بھی تھیں پھر فاقہ کشیوں اور غربت کی وجہ سے مسلمانوں میں اور زیادہ کمزوری تھی۔ نہ ان کے چہروں سے رونق ٹپکتی تھی اور نہ ان کے جسم موٹے تازے تھے' نہ جنگ کا سامان ان کے پاس کافی تھا مگر باوجود اس کے مقابلہ ایسے دشمن سے ہوا جس کے پاس سامان زیادہ تھا جو فنونِ جنگ میں بڑا ماہر اور تجربہ کار تھا جس کے پاس بڑی طاقت تھی اور روپیہ بھی کافی تھا لیکن جنگ کا نتیجہ تو جو کچھ ہوا وہ بعد کی بات ہے۔ ابتداء میں قریش ہی نے جب ایک شخص کو بھیجا اور کہا جاؤ اندازہ لگاؤ کہ مسلمان کتنی تعداد میں ہیں کیونکہ اگرچہ انہیں نظر آ رہا تھا کہ تھوڑے سے مسلمان ان کے سامنے پڑے ہیں لیکن وہ یقین نہیں کرسکتے تھے کہ اتنے ہی لڑنے آئے ہوں کیونکہ جب ایک طرف اپنی طاقت اور جمعیت کو دیکھتے اور دوسری طرف مسلمانوں کی قلت اور بے سروسامانی پر نظر کرتے تو سمجھ ہی نہ سکتے کہ یہ تھوڑے سے لوگ ہم سے لڑنے کے لئے آئے ہیں۔ ان کا خیال تھا تھوڑے سے لشکر کے پیچھے ایک اور بہت بڑا لشکر پوشیدہ ہے وگرنہ اتنی بہادری سے یہ قلیل التعداد یہ لوگ کیونکر کھڑے ہوسکتے ہیں۔ انہوں نے ایک شخص کو مسلمانوں کے لشکر کا اندازہ لگانے کے لئے بھیجا۔ وہ شخص گیا اور اپنے گھوڑے پر چکر لگا کر واپس آکر کہنے لگا ان کے پیچھے اور تو کوئی فوج نہیں۔ میں نے خود دیکھا ہے مجھے اور کوئی اسلامی لشکر نظر نہیں آیا۔ لیکن اے قوم! میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ ان کا مقابلہ نہ کرنا کیونکہ میں جدھر گیا اور میں نے جسے دیکھا. مجھے گھوڑے کی پیٹھوں پر آدمی نظر نہیں آئے بلکہ موتیں نظر آئیں[1]۔ یہی جنگ تھی جس میں دو چھوٹی عمر کے لڑکے جو پندرہ پندرہ سال کی عمر کے تھے ابوجہل پر حملہ آور ہوئے۔ یہ اتنی چھوٹی عمر کے تھے کہ باوجود ایک ایک آدمی کی بے

حد ضرورت کے ان کے متعلق سوال پیدا ہوا کہ انہیں جنگ میں شامل ہونے کی اجازت دے دی جائے یا نہ۔ آخر بمشکل انہیں اجازت ملی۔ عبدالرحمٰن بن عوف جو پرانے تجربہ کار اور مشہور جرنیل تھے انہیں ان میں سے ایک لڑکے نے کہنی مار کر دریافت کیا چچا وہ ابو جہل کون ہے جس نے مکی زندگی میں رسول کریم ﷺ کو سخت اذیتیں پہنچائی ہیں۔ وہ کہتے ہیں میں افسوس کر رہا تھا کہ آج ہمیں ان تمام تکالیف کا بدلہ لینے کا موقع ملا ہے جو کفار نے رسول کریم ﷺ کو اور ہمیں پہنچائیں مگر میرے دائیں بائیں دو لڑکے ہیں۔ اگر مضبوط آدمی ہوتے تو ان کی مدد سے میں بھی نمایاں کام کرتا۔ مگر اب انہوں نے میری کیا مدد کرنی ہے اُلٹا مجھے ان کی مدد کرنی پڑے گی اور ان کی حفاظت کا خیال رکھنا پڑے گا۔ وہ اسی خیال میں تھے کہ ایک نے ان سے پوچھا ابو جہل کون ہے۔ معاً اسی وقت دوسرے لڑکے نے بھی آہستگی سے کُہنی ماردی تا کہ اس کا دوسرا ساتھی نہ سن لے اور پوچھا چچا ابو جہل کون ہے۔ وہ حیران رہ گئے اور انہوں نے خیال کیا میں نے غلط سمجھا تھا کہ یہ بچے ہیں یہ کچھ نہیں کر سکیں گے۔ بلکہ یہ دراصل کفار کے لئے مصیبت ہیں بلا ہیں اور عذاب ہیں جو خدا کی طرف سے مقرر کئے گئے ہیں۔ انہوں نے انگلی اٹھائی اور اشارہ سے بتایا کہ وہ ابو جہل ہے۔ اس کے آگے اور پیچھے عرب کے مشہور جرنیل کھڑے تھے چاروں طرف سے وہ لوگوں میں گھرا ہوا تھا مگر ان کے انگلی اٹھانے کی دیر تھی کہ وہ دونوں بچے یوں جھپٹے جس طرح ایک چیل بوٹی پر جھپٹا مارتی ہے۔ یا ایک شکرا اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔ ان میں سے ایک تو راستہ ہی میں مارا گیا مگر دوسرا پہنچ گیا اور اس نے ابو جہل کی گردن پر تلوار مار کر اسے ایسا زخمی کر دیا کہ وہ بعد میں ہلاک ہو گیا۔[۴] یہ وہ جنگ تھی جس میں مسلمانوں کے پاس سامان بہت کم تھا حتی کہ بعض تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے پاس اسلحہ بھی پورے نہ تھے۔ بعض کے پاس تلواریں بھی نہ تھیں۔ ایسے بے سامان اپنے سے تین گنا دشمن کے ساتھ لڑے اور عرب کے بڑے بڑے صنادید جو آنحضرت ﷺ کے مقابل پر ہمیشہ لڑتے رہے تھے۔ یا تو مارے گئے یا بری طرح شکست کھا کر میدان سے بھاگ گئے۔ مگر ایک اور لڑائی ہوئی جو رسول کریم ﷺ کی موجودگی میں اور آپ ﷺ کی زندگی میں ہی ہوئی۔ اس میں اسلامی لشکر بارہ ہزار تھا اور کفار تین چار ہزار کے قریب مگر جس وقت اسلامی لشکر بڑھ رہا تھا دشمن کے تیر انداز دروں میں چھپے ہوئے تھے انہوں نے اسلامی لشکر پر تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی اور اتنے زور سے تیر برسائے کہ بارہ ہزار کا لشکر تین چار ہزار لشکر کے مقابلہ میں بھاگ نکلا۔ اور رسول کریم ﷺ کے پاس ان بارہ ہزار میں سے

صرف بارہ آدمی رہ گئے اور ایسے خطرے کی حالت پیدا ہو گئی کہ صحابہ نے سمجھا اس وقت ہماری سب سے بڑی خدمت یہی ہے کہ ہم رسول کریم ﷺ کو پیچھے ہٹالیں۔ چنانچہ بعضوں نے آپ ﷺ کی سواری کی باگوں کو تھام لیا اور آگے بڑھنے سے روکا اور چاہا کہ آپ ﷺ پیچھے ہٹیں مگر آپ ؐ نے فرمایا چھوڑ دو نبی اپنا قدم پیچھے نہیں ہٹایا کرتا آپ نے اپنی سواری آگے بڑھائی اور فرمایا

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ　اَنَا ابْنُ عَبْدُ الْمُطَّلِبْ [۳]

میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں مگر خدا کا نبی اور رسول ہوں میں جھوٹا نہیں۔ پھر آپ ؐ نے حضرت عباس ؓ کو فرمایا آواز دو اے انصار! خدا اور اس کا رسول تمہیں بلاتا ہے۔ انہوں نے آواز دی۔ ایک انصاری کا بیان ہے کہ نو مسلم دو ہزار کے قریب تھے جو کہا کرتے تھے اب ہمیں خدمت بجالانے کا موقع ملنا چاہئے اور آگے ہو کر لڑنا چاہئے۔ چونکہ وہ لوگ اسلام میں حدیث العہد تھے اور ایمان میں پختہ نہیں تھے اس لئے جب تیر برسے تو وہ پیچھے کی طرف بھاگے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ باقی لشکر بھی بھاگنے لگا اور ان کے گھوڑے بھی بدک کر میدان سے بھاگ نکلے۔ صحابہ اپنے گھوڑوں کو موڑتے تھے مگر وہ نہیں مڑتے تھے۔ جس وقت حضرت عباس ؓ کی آواز انہوں نے سنی تو وہ کہتے ہیں ہمیں یوں معلوم ہوا جس طرح ایک فرشتہ قیامت کے دن صور پھونک رہا ہے۔ جتنے زور سے کوئی شخص اپنی سواری کو موڑ سکتا تھا اس نے موڑا اور جن سے نہ ہو سکا وہ اپنی سواریوں سے کود پڑے اور تلواروں سے ان کی گردنیں اڑا دیں۔ اور تھوڑی ہی دیر میں وہ رسول کریم ﷺ کے گرد جمع ہو گئے [۴] ۔ یہ وہ جنگ ہے جس میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی، سامان زیادہ تھا، اور وہ خیال کرتے تھے آج ہم اپنے نفس کی طاقت سے غالب آجائیں گے۔ مگر خدا نے پسند نہ کیا اور باوجود سامانوں کی کثرت کے تعداد کی زیادتی کے انہیں نیچا دکھایا۔ پس خدا کی قائم کردہ جماعتوں کے پاس اگر سامان کم ہوں تو خدا اپنے فرشتے نازل فرماتا ہے اور انہیں دوسروں پر غلبہ عطا فرماتا ہے لیکن اگر انہیں اپنی کثرت پر گھمنڈ ہو جائے تو انہیں نیچا بھی دکھاتا ہے۔ میں اپنی جماعت کے دوستوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہم لوگ بھی اس وقت ایک عظیم الشان جنگ کے لئے کھڑے ہوئے ہیں۔ ساری دنیا سے اس وقت ہماری جنگ ہے مگر اس میں ہمیں فتح ظاہری سامانوں کی وجہ سے نہیں ہو سکتی۔ ہماری فتح ہمارے ایمان پر ہے جتنا ہمارا ایمان قوی ہو گا اتنی ہی جلدی

اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اس کا فضل بھی نازل ہو گا- پس اپنے اندر ایمان پیدا کرو- عرفان پیدا کرو اور خدا پر توکل پیدا کرو- اگر خدا پر ایمان اور توکل پیدا کرلو گے تو دنیا کی حکومتیں بھی تمہارے مقابل پر کچھ چیز نہیں- بندوقیں' توپیں' تلواریں' گھوڑے اور سواریاں یہ کیا چیز ہیں؟ خدا کی مخلوق ہی تو ہیں- وہ خدا جو توپوں کو چلانے کا قانون پاس کر سکتا ہے وہ انہیں توپوں کو بند بھی کر سکتا ہے- تیرھویں صدی کے مجدد نے پشاور پر جس وقت حملہ کیا تو انہوں نے کہا ہمارے پاس چونکہ توپیں نہیں ہیں اور دشمن کے پاس ہیں اس لئے ہمیں یک دم توپ خانے پر حملہ کر دینا چاہئے- چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا- پانچ سو سوار اس غرض کے لئے تیار ہوئے اور انہوں نے توپ خانے پر حملہ کر دیا- اور انہیں توپچیوں کو مجبور کر کے ان سے دشمنوں پر توپیں چلوائیں- تو مومن کا سب سے بڑا ہتھیار اس کا ایمان اور یقین ہے- وہ کہتا ہے اگر میں مر بھی گیا تو جس وقت میری آنکھ بند ہو گی اللہ تعالیٰ کے نئے فضلوں کا دروازہ میرے لئے کھل جائے گا- پس مومن تو کبھی بھی موت سے نہیں ڈر سکتا- اور وہ جو موت سے نہیں ڈرتا وہ مغلوب بھی نہیں ہو سکتا- صرف ایک چیز ہے جس سے دنیا زیادہ ڈرتی ہے اور کوئی اس سے بچ نہیں سکتا اور وہ موت ہے- تمام ذلتیں' تمام رسوائیاں اور تمام ناکامیاں محض موت کے ڈر سے آتی ہیں- یہی چیز ہے جس کا خوف جتنا زیادہ دور کیا جائے اتنا ہی زیادہ مفید ہوتا ہے- مومن تو موت کو فتح کرنے کے لئے آیا ہے نہ کہ موت سے مغلوب ہونے کے لئے اور وہ خدا سے یہ وعدہ لے کر آیا ہے کہ اس کے لئے ایسی راہ کھول دی جائے گی جس کے بعد اس پر کوئی موت واقع نہیں ہو سکتی- پس دنیا میں جو چیز خطرناک سمجھی جاتی ہے وہ موت کا خیال ہے- جس پر موت غالب آجاتی ہے وہ ذلیل و رسوا ہو جاتا ہے اس لئے موت کا ڈر اپنے دلوں پر کبھی غالب نہ آنے دو بلکہ موت کو فتح کرو اور یاد رکھو کہ جو خدا کے لئے قربانی کرنے والے ہوں وہ ہمیشہ کی زندگی پاتے ہیں-

پس میں جماعت کے احباب کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے ایمان اور یقین کو مضبوط کریں- ہم سے زیادہ اس بات کا کون اہل ہے کہ اس کا ایمان مضبوط ہو- ہمارے لئے تو خدا تعالیٰ نے اتنی کثرت سے نشانات نازل فرمائے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اگر وہ نشان ہزار نبیوں پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی نبوت بھی ثابت ہو سکتی ہے- جب خدا نے اتنی کثرت سے نشانات دکھائے ہیں تو ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم اپنا ایمان بھی پہلوں سے ہزار گنا بڑھ کر رکھیں- اگر ہم کسی چیز میں زیادہ نمک ڈالیں تو وہ نمکین ہو جاتی ہے- یا زیادہ میٹھا ڈالیں تو اس

میں مٹھاس بڑھ جاتی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ ہمیں نشان تو پہلے نبیوں سے ہزاروں گنا بڑھ کر دکھلائے جائیں مگر ہم ایمان میں پہلوں سے نہ بڑھیں۔ پس ہم پہلی امتوں سے ہزاروں درجہ اپنے ایمان میں بڑھ سکتے ہیں کیونکہ اس زمانہ کے نبی کو رسول کریم ﷺ کی غلامی میں خدا نے وہ نشانات دیئے ہیں جو پہلے نبیوں سے ہزاروں درجہ زیادہ ہیں۔ پس ضروری ہے کہ ہم پہلوں سے ہزاروں درجہ بڑھ کر اپنے اندر ایمان پیدا کریں تا اس کے نتیجہ میں ہم خدا کے فضل سے بھی پہلوں سے ہزاروں درجے بڑھ کر مستفیض ہوں۔ ہمارا فرض ہے ہم مادیت کو ترک کریں، روحانیت کو اپنے اندر پیدا کریں اور اس عہد کو یاد رکھیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ کیا کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے۔

(الفضل ۱۹۔ اپریل ۱۹۳۱ء)

۱۔ سیرت ابن ہشام عربی جلد ۲ صفحہ ۲۷۴ مطبوعہ مصر ۱۹۳۶ء

۲۔ بخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جھل

۳۔ ترمذی ابواب فضائل الجھاد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باب ماجاء فی الثبات عند القتال

۴۔ سیرت ابن ہشام عربی جلد ۴ صفحہ ۸۷ مطبوعہ مصر ۱۹۳۶ء